دعوت دین میں تاجروں کا کردار و ذمہ داریاں
قرآن کریم اور سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

The Role and Responsibilities of Traders in the light of the Holy Quran and Sira-e-Taiba (PBUH)

*پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی الازہری

ABSTRACT

Before being known as Prophet and preacher of Islam, our beloved Prophet Muhammad (S.A.W.) was known as a trader. Respect and Goodwill, in a society, are acquired by true principles, truthfulness, honesty, and trustworthiness. This was the reason that our beloved Prophet Muhammad (S.A.W.) had assumed personal integrity and goodwill in Arab Society, before inviting infidels and non-believers of Mecca to Islam at the mount of Faran. Even today, the goodwill of a trader and company is being given great importance. The traders played a vital role in the preaching and propagation of Islam. Therefore, in this article, I will discuss some of those Muslim traders who had not only proved to be good and honest traders but effective preachers of Islam. My article consists of the following topics:

1. Prophet Muhammad (S.A.W.) as a Trader.
2. Preaching and propagation of Islam by Muslim traders.
3. Propagation & preaching of Islam in Africa by Muslim traders.
4. Preaching and propagation of Islam in China and Central Asia by Muslim traders.
5. Preaching and propagation of Islam in Malaysia by Muslim traders.
6. Preaching and propagation of Islam in Philippine by Muslim traders.
7. Preaching and propagation of Islam in the Sub-continent by Muslim Traders.
8. Suggestion.

KEYWORDS:

Prophet Muhammad (S.A.W.), Muslim Traders, Arab Society.

---

*پرنسپل، پاکستان شپ اونرز گورنمنٹ ڈگری کالج، نارتھ ناظم آباد، کراچی؛ صدر، کالج پرنسپلز ایسوسی ایشن (رجسٹرڈ)، سندھ؛ چیف ایڈیٹر، علوم اسلامیہ انٹرنیشنل (اردو، عربی، انگلش، سندھی)

اسلام دین رحمت بن کر ظاہر ہوا اور اپنی رحمت کی بارش سے انسانیت کی سوکھی ہوئی کھیتی ہری کر دی۔ اسلام سے پہلے کے سارے مذاہب قومی و علاقائی تھے یعنی کسی خاص قوم کی اصلاح اور ہدایت کے لیے آئے تھے۔ ان میں عالمگیریت نہ تھی۔ اسلام پہلا مذہب ہے جو عالمی ہدایت و رہنمائی کے لیے آیا۔[1] اسلام اس دین کا نام ہے جو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے۔ یہ نام یعنی اسلام آپ ﷺ کے کسی اجتہاد کی بناء پر نہیں رکھا گیا، بلکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔"[2]

"اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔"

اس دین میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف بطور رب العالمین[3] کے کرایا کہ وہ دونوں عالم کا پروردگار ہے۔ رسول ﷺ کو كافة للناس[4] اور رحمة للعالمين[5] کے خطاب سے نوازا۔ قرآن حکیم کے بارے میں فرمایا کہ یہ "هدى للناس"[6] ہے۔ قرآن حکیم کا خطاب "يا يها الناس"[7] انسانیت کے نام ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کا خطبہ حجتہ الوداع جو اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اور انسانی حقوق کا عالمگیر چارٹر ہے، اس میں آپ ﷺ نے ۱۵ مرتبہ "ايها الناس"[8] سے خطاب فرما کر واضح کر دیا ہے کہ اسلام کی تعلیمات کسی خاص علاقہ، قوم اور گروہ کے لیے نہیں ہے بلکہ عالم انسانیت کے لیے ہے۔ گویا اسلام میں دعوت و تبلیغ زمان و مکان، رنگ و نسل، فرقہ و مذہب ہر قسم کی حدبندیوں سے بالاتر ہے۔ اسلام پوری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیتا ہے اور اس شخص کو بہترین قرار دیتا ہے جو اس کی مخلوق سے اچھا برتاؤ کرتا ہے۔

الخلق کلھم عیال اللہ واحب الخلق الی اللہ من احسن الیٰ عیالہ۔[9]

"تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔"

قرآن میں "يا يها الذين امنوا" خاص مسلمانوں کو مخاطب کرنے کے ساتھ ۲۶۱ بار اور "يا يها الناس" کا لفظ ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے ۹۹ بار آیا ہے پہلی وحی میں بھی دونوں بار خطاب بنی نوع انسان سے کیا گیا ہے۔[10]

اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کی ہدایت[11] کے لیے انبیاء و رسل[12] کی بعثت اور کتب و صحائف کے نزول کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا تھا (پہلے نبی و رسول حضرت آدم علیہ السلام اور آخری حضرت محمد ﷺ ہیں) اس کا اختتام الکتاب یعنی قرآن مبین[13] اور نبوت کا اکمال و اتمام ذات رسالت مآب ﷺ[14] پر ہوا۔ چودہ سو سال پہلے مکہ کی سنگلاخ وادیاں آمنہ کے لعل کے نور نبوت سے روشن ہوئیں، پھر یہی کرنیں چار دانگ عالم میں پھیلیں، حضور ﷺ کی آمد کا مقصد قرآن کی زبان میں خالق بیان فرماتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ [15]

"اللہ وہ ہے کہ جس نے حضور ﷺ کو ہدایت کے ساتھ بھیجا تاکہ آپ کا دین تمام دینوں پر غالب آجائے۔"

رسولِ اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ خصوصیات میں سب سے اہم اور نمایاں خصوصیت آپ ﷺ کا امام الانبیاء، سیّد المرسلین اور خاتم النبیین ہونا ہے۔ آپ ﷺ کی دعوت، آپ ﷺ کا پیغام اور دین اسلام کائناتی اور آفاقی ہے۔ آپ ﷺ بنی نوع آدم اور پورے عالم انس و جن کے لیے دائمی نمونۂ عمل اور خاتم الانبیاء بناکر مبعوث فرمائے گئے۔ آپ ﷺ پر دینِ مبین کی تکمیل کردی گئی۔ پوری انسانیت آپ ﷺ کی امت اور آپ ﷺ پوری انسانیت کے لیے بشیر و نذیر بناکر مبعوث فرمائے گئے۔

اس ابدی حقیقت کی وضاحت قرآنِ کریم کی اس آیت میں بہ تمام و کمال کردی گئی، ارشادِ ربّانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ [16]

"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا بناکر بھیجا ہے۔"

آپ ﷺ کی نبوّت و رسالت کی آفاقیت اور عالمگیریت کے حوالے سے ارشادِ ربّانی ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ [17]

"کہہ دیجئے، اے لوگو! میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں۔"

پوری کائنات اور عالمِ انسانیت کو آپ ﷺ کے ابدی اور مثالی پیغام کا مخاطب اور آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے زیرِ اثر بھیجے جانے کے حوالے سے ارشاد ہوا:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ [18]

"برکت والا ہے وہ خدا، جس نے حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کی تاکہ وہ دنیا جہاں کے لیے ہوشیار و آگاہ کرنے والا ہو۔"

ہادیِ آخر و اعظم، سیّدِ العرب والعجم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پوری انسانیت کے ہادی بناکر مبعوث فرمائے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت سی احادیث میں اس ابدی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

بعثتُ الیٰ الأحمر والأسود۔ [19]

"میں کالے اور گورے (مشرق و مغرب) تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔"

ایک موقع پر آپ ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ خصوصیت کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

امّا انا فارسلتُ الیٰ النّاس کلّھم خاصّۃ وکان من قبلی انّما یُرسل الیٰ قومہ۔ [20]

"میں (عمومیت کے ساتھ) تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، حالانکہ مجھ سے پہلے جو نبی بھی مبعوث ہوئے، وہ خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔"

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے:

کان النّبی ﷺ یُبعثُ الیٰ قومہٖ خاصّۃً وبُعثتُ الیٰ النّاسِ عامّۃً۔ [21]

"پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیے جاتے تھے اور میں تمام انسانوں کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔"

تاجروں کے ذریعہ دعوت دین کے فروغ کے اسباب

معروف مستشرق لکھتے ہیں: جب مسلمان، بت پرستوں کے کسی ملک میں وارد ہوتے ہیں تو ان کی آمد سے ان کی تجارت میں ترقی شروع ہو جاتی ہے، مسلمانوں کے بڑے بڑے تجارتی مرکزوں مثلاً جنہ، سیگو اور کانو کے ساتھ ان کا رابطہ پیدا ہو جاتا ہے (یہ قدیم زمانہ کے تجارتی مراکز تھے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ساتھ ساتھ وہ اسلامی تمدن کے فوائد سے بھی بہرہ ور ہوتے ہیں۔ چنانچہ سر بارٹل فریئر لکھتے ہیں کہ

"مسلمان مبلغ کو ہمیشہ یہ یقین ہوتا ہے کہ غیر شائستہ نیگرو قبیلے اس کی بات کو توجہ سے سنیں گے۔ وہ نہ صرف ان کو خدا اور انسان کے متعلق بہت سے حقائق سے آگاہ کرتا ہے، جو ان کے دلوں میں اتر جاتے ہیں اور ان کی عقل و فکر کو بلند کرتے ہیں، بلکہ اس کے علاوہ وہ ان کو فوراً ایک ایسی سند عطا کرتا ہے جس کی بدولت وہ اسلام کے سیاسی معاشرے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ وہ ان کے لئے پروانہ راہداری کا کام دیتی ہے جس کے ذریعے سے وہ تمام عالم اسلام میں بحر اوقیانوس سے لے کر دیوار چین تک ابنائے ملت سے حفاظت اور امداد حاصل کر سکتے ہیں۔ جہاں کہیں کسی مسلمان کا گھر موجود ہو گا، وہاں نیگرو نو مسلم کو جو اپنے اسلامی کلمہ کے چند الفاظ دہرا سکتا ہے، ٹھہرنے کی جگہ، کھانا اور صلاح و مشورہ یقیناً مل سکتا ہے۔ اسلام قبول کرتے ہی اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ہی وطن میں ایک ایسی ملت و قوم کا رکن بن گیا ہے جو اگرچہ حکمراں نہیں ہے لیکن کم از کم با اثر ضرور ہے۔ مغربی افریقہ میں مسلمان مبلغ کی کامیابی کا حقیقی راز بظاہر اسی بات میں پوشیدہ ہے۔ تعداد کے لحاظ سے اسلام بہت جلد ترقی کر رہا ہے۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ جب نو مسلم کلمہ شہادت پڑھ لیتا ہے اسی وقت سے مسلمان مبلغ مومنین کی باہمی مساوات اور

اخوت کے اصولوں پر عملی طور پر کاربند ہو جاتا ہے جو اسلام اور عیسائی مذہب میں مشترک ہیں اور عام طور پر وہ عیسائی مشنری کی بہ نسبت ان اصولوں کی پابندی مصمم طور پر کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں عیسائی مشنری اپنا فرض سمجھتی ہے کہ دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے پہلے وہ اس بات کی اچھی طرح تحقیق و تصدیق کرلے کہ عیسائیت کا اقرار کرنے والا شخص صدق دل سے عیسائی ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ اس کو نسلی منافرت کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ایک ہی نسل میں اس وجہ سے دور نہیں ہو سکتی کہ وہاں کئی نسلوں سے سفید فام عیسائی کو آقا اور سیاہ فام بت پرست کو غلام سمجھا گیا ہے۔"[22]

اسلام کے فروغ میں عرب تاجروں نے نمایاں رول ادا کیا ہے، یہ تاجر دنیاوی منافع کے ساتھ اخروی اجر و ثواب بھی کماتے تھے، بہت سے تاجروں نے اجنبی سرزمین میں مستقل قیام کرلیا وہیں شادی کر کے مقامی زبانیں سیکھیں، اپنا مال اور اثر ورسوخ استعمال کیا اور پورے پورے شہر کو مسلمان کر لیا، اسلام کے فروغ پر ہر زاویہ سے لکھا گیا ہے، اس زاویہ و فیکٹر کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے آج کا تاجر اس پہلو سے غافل ہے کہ وہ دنیا کے ساتھ دین بھی کما سکتا ہے، آپ ﷺ بھی تاجر تھے، اور تاجرانہ پس منظر رکھتے تھے جس کی اتباع کر کے ہر تاجر اپنی دنیا و عقبی بدل سکتا ہے۔

آپ ﷺ بحیثیت صادق و امین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ گیر شخصیت کے جس پہلو کا تذکرہ ہم کر رہے ہیں وہ اس لئے بہت اہم ہے کہ اس کا تعلق ہماری مادی جدوجہد سے ہے۔ انسان کی جسمانی ضروریات کا پیہم تقاضا ہوتا ہے کہ ان کی تسکین کے لئے تگ و دو کی جائے اور انسان ہوش سنبھالتے ہی جسم و جان کے رشتے کو برقرار رکھنے کے لئے مصروف عمل ہو جاتا ہے۔ انسان کی غیر ترقی یافتہ زندگی سے لے کر متمدن دور کی رنگینیوں تک بنیادی ضروریات کی فراہمی ایک اہم انسانی مسئلہ رہا ہے۔ زندگی کا دارومدار خوراک و لباس اور رہن سہن پر ہے۔ انسان نے اس اولین مسئلے کو حل کرنے کے لئے زراعت، تجارت، مزدوری اور پھر ملازمت وغیرہ کے طریقے اختیار کئے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیغمبرانہ زندگی سے پہلے عملی جدوجہد میں جس پیشے کو اختیار کیا وہ تجارت تھی۔ مکہ تجارت کی منڈی تھی۔ یہاں سے سامان مختلف علاقوں میں جاتا تھا۔ قریش کے کاروان تجارت گرمیوں اور سردیوں میں سرگرم سفر ہوتے تھے۔ قرآن کریم نے اہل مکہ کی اس کیفیت کا ذکر کیا ہے۔ قریش سردی اور گرمی کے سفر کے عادی ہو گئے ہیں۔ تو اس نعمت کے شکریہ میں ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے امن دیا۔[23]

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق تجارت انسانی معاشرہ کی بنیادی ضرورت رہی ہے۔

Nevertheless trade, a regular series of acts of exchange, is distinct feature in the life of primitive people, even the lowest,

who live by hunting and collecting forest products. The principle of reciprocal transfer of goods, of giving and taking seems, in fact to be deep-rooted in human nature.[24]

آپ ﷺ کا ذاتی و خاندانی تجارتی پس منظر

عرب قوم کا اقوام عالم میں تعارف بحیثیت تجارت پیشہ قوم کے تھا۔ عرب میں دیگر پیشوں مثلاً کاشتکاری، صنعت و حرفت وغیرہ کا بھی دستور تھا، مگر جزیرہ عرب کی ریتیلی اور چٹیل زمین نے عربوں کو تجارت کے پیشہ کی طرف پھیر دیا۔ جزیرہ عرب کے بعض علاقے مثلاً مدینہ منورہ اور طائف اپنی زرخیزی اور کاشتکاری کے لئے مشہور تھے، لیکن مکہ مکرمہ جو بیت اللہ کی وجہ سے مقدس شہر خیال کیا جاتا تھا مرجع خلائق تھا قریب و دور کے شہروں اور علاقوں سے عرب اس کی زیارت اور طواف کے لئے آتے تھے، یہ مقدس شہر روز اول ہی سے دنیا کا محفوظ ترین مقام تصور کیا جاتا تھا۔ دنیا کے مختلف خطوں سے حجاج اور تجار اپنا تجارتی سامان یہاں لاکر فروخت کرتے اور یہاں سے تجارتی سامان خرید کر دنیا کے مختلف حصوں میں لے جاتے۔ اس طرح اس بابرکت شہر کو زمانہ قدیم ہی سے ایک تجارتی مرکز بلکہ ایک بین الاقوامی منڈی کا درجہ حاصل تھا۔ علاوہ ازیں طائف میں تجارت پیشہ یہودیوں کی جماعت رہتی تھی۔ یہ لوگ یمن اور یثرب (مدینہ منورہ) سے نکالے گئے تھے۔[25] قریش مکہ سال میں دو تجارتی سفر کیا کرتے تھے یعنی موسم سرما میں یمن کا تجارتی سفر کرتے اور موسم گرما میں شام کا تجارتی سفر کرتے۔ سورۂ قریش میں انہی دو سفروں کا ذکر کیا گیا ہے، بیت اللہ کے ہمسائے و خدام ہونے کی وجہ سے وہ دیگر تمام تجارتی قوموں کی بنسبت مامون و محترم بھی سمجھے جاتے تھے، لہٰذا ان کے تجارتی اسفار بھی پر امن و محفوظ ہوتے تھے۔ قرآن مجید نے انہی پر امن تجارتی اسفار کا ذکر احسان کے طور پر کیا ہے:

> " قریش سردی اور گرمی کے سفر کے عادی ہو گئے ہیں۔ تو اس نعمت کے شکریہ میں ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے امن دیا۔"[26]

مؤرخین کے مطابق ان دو تجارتی سفروں کا آغاز نبی کریم ﷺ کے دادا ہاشم نے کیا تھا۔ ایک دفعہ قریش پر قحط و افلاس طاری ہوا تو وہ فلسطین گئے اور وہاں سے اپنی قوم کے لئے بہت سا آٹا لائے جس کی روٹیاں پکوائیں اور بہت سے جانور ذبح کرا کر ان کے گوشت اور شوربہ میں ان روٹیوں کا چورہ ڈلوا کر ثرید بنوایا۔ بھوکوں کو کھلایا کہتے ہیں ان کا نام ہاشم (روٹی چورنے والا) اسی فیاضی اور مہمان نوازی کی وجہ سے مشہور ہو گیا۔[27] ہاشم ہر سال شام اور فلسطین بغرض تجارت تشریف لے جاتے اور واپس مکہ مکرمہ تشریف لے آتے۔ یوں مستقل تجارتی سفروں کی بنیاد پڑ گئی، تجارتی اسفار کی وجہ سے ہاشم اور خاندانِ قریش کو معاشی خوشحالی نصیب ہو گئی، جس سے ان کی دینی سیادت کو تقویت ملی جو انہیں خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے حاصل تھی، اس تجارتی خوشحالی سے ہر قریشی تاجر اپنے خاندان کے مساکین اور غرباء کی مدد

کرنا بھی ضروری خیال کرتا تھا۔[28] قریش ایک تجارت پیشہ قوم تھی، جیسا کہ اسم قریش کے لغوی معنی (تجارت اور کسب کرنے والا) بھی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قوم اپنی تجارتی سرگرمیوں کی وجہ سے اسم با مسمیٰ بن چکی تھی، اس قوم کی عورتیں بھی تجارت میں پیش پیش تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مکہ کی مشہور تاجرہ تھیں، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مال تجارت ملک شام میں بصریٰ کی منڈی میں فروخت کر کے آئے جس دیانت داری اور خوش اسلوبی سے کاروبار کیا، وہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس قدر بھایا کہ وہ آپ ﷺ کو اپنا رفیق حیات بنانے کی سعادتِ عظمیٰ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ ابو جہل کی ماں عطار تھی۔ ابوسفیانؓ کی بیوی ہندہؓ شام کے قبیلہ کلب میں اپنا تجارتی سامان فروخت کیا کرتی تھیں۔ ان کا یہ تجارتی کاروبار خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ مبارک تک جاری رہا، انہوں نے ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیت المال سے ۴۰۰۰ قرض لیا اور اس سے مال تجارت خرید کر دیگر شہروں میں گئیں تا کہ تجارت کر کے نفع کمائیں۔ قریش کا وہ کاروان تجارت جس پر مسلمانوں کا حملہ کرنا غزوہ بدر کا موجب بنا، اس میں تقریباً مکہ شہر کی ہر عورت اور مرد کا سرمایہ لگا ہوا تھا، ابوسفیانؓ کہا کرتے تھے کہ مکہ کا کوئی قریشی مرد اور عورت ایسا نہ تھا جس کے پاس نصف اوقیہ یا زیادہ مال رہا ہو اور اس نے ہمارے ساتھ نہ روانہ کر دیا ہو۔[29]

قریش کی عورتوں کی تجارت میں دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ جب بدرقہ (Convoy) کی واپسی ہوتی تو وہ حضرت ابوسفیانؓ (جو عموماً تجارتی قافلوں کے امیر کارواں ہوتے تھے) کے ارد گرد اکٹھا ہو جاتیں تا کہ نفع کی خوشخبری سن لیں۔[30] قریش کے داناؤں نے اپنی تجارت کے فروغ اور محفوظ بنانے کے لئے تمام ہمسایہ اقوام سے تجارتی معاہدے کر رکھے تھے جنہیں "معاہدات ایلاف" یعنی معاہدات امن و سلامتی کہا جاتا تھا، اور قریش کو "اصحاب ایلاف" یعنی معاہدہ امن و سلامتی برائے تجارت کرنے والے کہا جاتا تھا۔[31]

آپ ﷺ کی تجارت سے وابستگی کے اسباب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک تجارت مختلف مراحل طے کر کے انسانی معاشرہ میں اہم مقام حاصل کر چکی تھی۔ آپ ﷺ نے تجارت کو بطور پیشہ کیوں اپنایا؟ اس کے دو سبب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مکہ کے شرفاء کا یہی پیشہ تھا اور آپ ﷺ کے خاندان و قبیلہ کے لوگ اسی پیشہ سے وابستہ تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کا اسی طرف رجحان ہوا۔ دوسرے یہ کہ آپ ﷺ کے طبعی اور ذاتی میلانات نے آپ ﷺ کو ادھر متوجہ کیا۔ ابو طالب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے چنانچہ عبد المطلب دنیا چھوڑتے وقت پوتے کو ان کے سپرد کر گئے۔ ابو طالب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپ ﷺ کے مقابلہ میں اپنے بچوں کی پرواہ بھی نہیں کرتے تھے۔[32] ابو طالب تجارت کیا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں اکثر شام جایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً

بارہ برس تھی کہ ابو طالب نے شام کے سفر کا ارادہ کیا۔ سفر کی صعوبتوں کے خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے، لیکن جب ابو طالب چلنے لگے تو آپ ﷺ ان سے لپٹ گئے۔ ابو طالب نے آپ ﷺ کی دل شکنی گوارانہ کی اور ساتھ لے لیا۔[33] اس پہلے سفر کے نتیجہ میں آپ ﷺ کا خیال تجارت کی طرف ہوا جو آپ ﷺ کا خاندانی پیشہ تھا آپ ﷺ کو اس کا خاصا تجربہ بھی تھا لیکن سرمایہ کی قلت کی وجہ سے مستقل کاروبار نہیں کر سکتے تھے۔ آپ ﷺ کی دیانت، تجربہ اور حسن معاملہ کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی اس لئے مالدار لوگ منافع کی شرکت پر آپ ﷺ کو سرمایہ دیتے تھے۔ آپ ﷺ نہایت محنت اور دیانت کے ساتھ ان کا کام کرتے تھے۔ تجارت کی غرض سے شام، بصرہ اور یمن کے متعدد سفر کئے اور آپ ﷺ کی دیانت داری کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔[34] حضرت خدیجہؓ قریش کی ایک معزز، پاکیزہ اخلاق اور دولت مند بیوہ تھیں۔ ان کا تجارتی کاروبار نہایت وسیع تھا۔ جب اہل مکہ کا قافلہ تجارت کو روانہ ہوتا تھا تو اکیلا ان کا سامان تمام قریش کے برابر ہوتا تھا۔[35]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تجارتی تجربات اور دیانت داری کا شہرہ سن کر خدیجہؓ نے درخواست کی کہ میرا سامان فروخت کرنے کے لئے شام لے جایئے۔ آپ ﷺ نے منظور کر لیا اور خدیجہ کا سامان لے کر بصرہ تشریف لے گئے۔ اس سفر میں خدیجہ کا غلام میسرہ ساتھ تھا۔ اس نے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اخلاق و عادات مشاہدہ کئے تھے واپس آکر اپنی مالکہ سے بیان کئے۔ خدیجہؓ آپ ﷺ کے پاکیزہ اخلاق سے پہلے سے آگاہ تھیں۔ میسرہ کے بیان سے تصدیق ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی درخواست کی، حالانکہ اس سے قبل بڑے بڑے سرداروں کی درخواست نکاح کو رد کر چکی تھیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمالی ابو طالب نے بنو ہاشم اور روسائے شہر کے اجتماع میں پانسو طلائی درہم پر نکاح پڑھایا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی ۴۰ سال تھی۔[36] آپ ﷺ کے خاندان کے لوگ تجارت کے پیشے سے وابستہ تھے، یہ بات معروف ہے کہ خاندانی پیشوں کو اختیار کرنے میں ترقی و کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہوتے ہیں، عرب اور خصوصاً قریش ظہور اسلام سے برسہا برس پہلے سے تجارت کے پیشہ سے وابستہ تھے۔[37]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ ہاشم نے قبائل عرب سے معاہدے کر کے اس خاندانی اکتساب کو زیادہ مستحکم اور باقاعدہ کر دیا تھا۔[38] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب بھی تاجر تھے اور آپ ﷺ نے بچپن میں ان کے ساتھ بعض تجارتی سفر کئے تھے۔[39] اس لئے جب آپ ﷺ کو قبل از نبوت فکر معاش ہوئی تو آپ ﷺ نے یہی پیشہ اختیار فرمایا۔ آپ ﷺ نے متعدد تجارتی سفر بھی اختیار کئے۔[40] جن میں شام، بصرہ اور یمن کے سفر مشہور ہیں۔ عرب میں مختلف مقامات پر جو بازار قائم تھے ان کا ذکر ابن سید الناس نے کیا ہے۔[41] اسی طرح جرش جو یمن میں ہے، اس کے سفر کا بھی پتہ چلتا ہے۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے اور علامہ ذہبیؒ نے بھی تصدیق کی ہے کہ جرش میں آپ ﷺ دو

دفعہ تشریف لے گئے اور ہر دفعہ حضرت خدیجہؓ نے معاوضہ میں اونٹ دیا۔ عرب میں رواج تھا کہ شراکت پر تجارتی کاروبار ہوتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت کے پیش نظر حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو باہر کے اسفار کے لئے تیار کیا۔ حدیث و سیرت کی کتابوں میں ان سفروں کی تفصیلات موجود ہیں۔[42] آپ ﷺ نے بطور تاجر اندرون ملک اور بیرون ملک کام کیا، شراکت بھی کی اور مختلف لوگوں سے کاروباری معاملات بھی ہوئے۔[43] آپ ﷺ نے بہترین انسانی کردار کا مظاہرہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرکائے تجارت کی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کس دیانت داری اور راست بازی سے اس کام کو انجام دیتے تھے۔

ہم عصر مسلمان تجار

ان میں سب سے عظیم داعی و تاجر یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، آپ ﷺ کے ساتھ مل کر بھی تجارت کی اور آپ ﷺ کی دعوت پر بہت سے افراد دائرہ اسلام میں آئے۔[44] حضرت حکیم بن حزام حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے اور تاجر تھے محاصرہ کے ایام میں مدد بھی کرتے رہے۔[45] حضرت خزیمہؓ، حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے، حضرت ابو سفیانؓ جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے، لیکن مکی عہد میں آپ ﷺ کے ساتھ مل کر تجارت کرتے تھے، ان کے اسلام لانے سے بہت سے افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔[46] آپ ﷺ کے چچا حضرت زبیر نے آپ ﷺ کے ساتھ یمن کا سفر کیا۔[47] حضرت سائبؓ حضرت عباسؓ جو آپ ﷺ کے چچا تھے اور عبد اللہ بن ابی الحمساءؓ، قیس بن سائبؓ، حضرت نواسؓ کا شمار آپ ﷺ کے معاصر تاجروں میں ہوتا ہے۔[48] معاصرین میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی شامل ہیں، مثلاً حضرت خدیجہؓ، حضرت ہالہؓ، اسماء بنت مخربہؓ، حضرت حولاءؓ، حضرت ملیکہؓ کے نام اس حوالہ سے نمایاں ہیں۔

آپ ﷺ کا تاجرانہ کردار

اگرچہ تاجر کے طور پر آپ ﷺ نے بہت زیادہ وقت نہیں گزارا، تاہم قبل از نبوت کی زندگی میں آپ ﷺ کی تاجرانہ مشغولیتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ آپ ﷺ کی اس حیثیت سے بحث کرتے ہوئے دو پہلو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ بطور تاجر آپ ﷺ کی مصروفیتوں کا ذکر کیا جائے اور دوسرے وہ اصلاحات جو اس میدان میں آپ ﷺ نے کی ہیں، بیان کی جائیں۔ بقول علامہ شبلیؒ تاجر کے محاسن اخلاق میں سب سے زیادہ نادر مثال ایفائے عہد اور اتمام وعدہ کی ہو سکتی ہے۔ لیکن منصب نبوت سے پہلے مکہ کا تاجر امین اس اخلاقی نظیر کا بہترین نمونہ تھا۔[49] حدیث کی کتابوں میں مذکور مثالوں سے آپ ﷺ کی ان صفات کا پتہ چلتا ہے۔

> عن عبداللہ بن ابی الحمساء قال: بایعت النبی ﷺ قبل ان یبعث و بقیت لہ بقیہ فوعدۃ ان اتیہ بھا فی مکانہ فنسیت فذکرت بعد ثلاث فاذا ھوفی مکانہ فقال: لقد شققت علی اناھھنامنذ ثلاث انتظرک۔[50]

"حضرت عبد اللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید و فروخت کا معاملہ کیا تھا، کچھ معاملہ ہو چکا تھا، کچھ باقی تھا، میں نے وعدہ کیا کہ پھر آؤں گا۔ اتفاق سے تین دن تک مجھ کو اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے دن جب وعدہ گاہ پر پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ منتظر پایا۔ لیکن اس خلاف وعدہ سے آپ ﷺ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ صرف اس قدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی میں اسی مقام پر تین دن سے موجود ہوں۔"

آپ ﷺ کاروبار تجارت میں ہمیشہ اپنا معاملہ صاف رکھتے تھے، نبوت سے پہلے جن لوگوں سے تجارت میں آپ ﷺ کا سابقہ تھا وہ بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ سائب نامی ایک صحابی جب مسلمان ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے ان کی تعریف کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

انی اعلمکم یعنی به قلت صدقت بابی وأمی کنت شریکی فنعم الشریک کنت لاتناری ولاتماری۔ [51]

"میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ سائب نے کہا آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ ﷺ میرے شریک تجارت تھے، کتنے اچھے شریک تھے۔ نہ کھینچا تانی کرتے اور نہ جھگڑا کرتے تھے۔"

قیسؓ بن سائب مخزومی ایک صحابی بھی آپ ﷺ کے شریک تجارت تھے۔ وہ بھی انہی الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کے حسن معاملہ کی شہادت دیتے ہیں۔[52] تجارت اور دیگر معاملات میں آپ ﷺ کی دیانت اور امانت مسلمہ امر تھی۔ چنانچہ حجر اسود کے مسئلہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی جو آواز اٹھی وہ الصادق والامین کی تھی۔[53] حسن معاملہ، صداقت و امانت، ایفائے عہد کے حوالہ سے آپ ﷺ مثالی شخصیت ہیں۔ امام بخاریؒ نے کتاب الادب میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے "حسن العهد من الایمان"[54] حافظ ابن حجر نے بیہقی کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ ایک بڑھیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا تم کیسی ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تمہارا کیا حال رہا؟ اس نے کہا اچھا حال رہا۔ جب وہ چلی گئی تو حضرت عائشہؓ نے کہا آپ ﷺ نے اس بڑھیا کی طرف اس قدر توجہ فرمائی؟ فرمایا عائشہ! یہ خدیجہؓ کے زمانے میں ہمارے ہاں آیا کرتی تھی اور حسن عہد ایمان کا حصہ ہے، یعنی اپنے ملنے جلنے والوں سے حسب توقع یکساں معاملہ رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:

لا دین لمن لا عهد له.[55]

"جس میں عہد نہیں اس میں ایمان نہیں۔"

آپ ﷺ کی اس خصوصیت کا دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ قیصر نے اپنے دربار میں ابوسفیان سے جو سوالات کئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ کبھی محمد ﷺ نے بدعہدی بھی کی ہے؟ ابوسفیان کو مجبوراً یہ جواب دینا پڑا کہ نہیں۔[56]

تجارت دین ہے اور دعوت کا ذریعہ بھی ہے

تجارت کی طرف آپ ﷺ نے اس لئے خصوصی توجہ فرمائی کیونکہ معیشت میں اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن وسنت نے بار بار تجارت کی ترغیب دی اور اس کے فضائل بیان کئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔[57]

"جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رزق کو تلاش کرو۔"

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔[58]

"اپنے اموال کو آپس میں باطل کی راہ (غلط طریقہ) سے نہ کھاؤ بلکہ باہمی رضامندی کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع حاصل کرو۔"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ۔[59]

"اے ایمان والو! خرچ کرو ان چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں۔"

اسی طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن ابی سعید قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء[60]

'ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچا اور امین تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔"

عن المقدام بن معدیکرب قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: مااکل احد طعاماقط خیراً من ان یاکل من عمل یدیه وان نبی اللہ داؤد کان یاکل من عمل یدیه[61]

"حضرت مقدام بن معدیکرب کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص نے کبھی ایسا کھانا نہیں کھایا جو اس کھانے سے بہتر ہو جو ہاتھ کی محنت سے حاصل ہوا اور خدا کے نبی داؤد ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔"

عن عبید بن رقاعة قال: التجار یحشرون یوم القیامة فجارا الامن اتقی اللہ وبر وصدق۔[62]

"عبید بن رفاعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تاجر فاسق اٹھیں گے، الایہ کہ انہوں نے تقویٰ، بھلائی اور سچائی سے کاروبار کیا ہو۔"

آپ ﷺ کا تاجروں کو حکم

آپ ﷺ نے لوگوں کو محنت کرنے اور حلال کاروبار کرنے کا حکم دیا اجر و ثواب کی خوشخبری دی یہی حکم قرآن کریم میں دیا گیا ارشاد ہے:

فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ [63]

"پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو اللہ تعالیٰ کا فضل۔"

اور حدیث میں آتا ہے:

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال طلب الحلال واجب علی کل مسلم۔ [64]

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال مال کے حصول کے لئے کوشش کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔"

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ان اطیب الکسب کسب التجار الذین اذا حدثوا لم یکذبوا و اذا ائتمنوا لم یخونوا و اذا و عد وا لم یخلفوا و اذا اشتر والم یذموا و اذا باعوا لم یمد حوا و اذا کان علیهم لم یمطلوا و اذا کان لهم لم یصروا۔ [65]

"بہترین کمائی ان تاجروں کی کمائی ہے جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے، اور خریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے (تاکہ بیچنے والا قیمت کم کر کے دے دے) اور جب (خود) بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے، (تاکہ زیادہ ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ حساب نکلتا ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے، اور اگر ان کا کسی کے ذمہ حساب نکلتا ہو تو وصول کرنے میں تنگ نہیں کرتے۔"

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التاجر الصدوق تحت ظل العرش یوم القیامة۔ [66]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے والا تاجر قیامت میں عرش کے سایہ میں ہو گا۔"

عن ابی امامة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان التاجر اذا کان فیه اربع خصال طاب کسبه اذا اشتری لم یذم و اذا باع لم یمدح ولم یدلس فی البیع ولم یحلف فیما بین ذالک۔ [67]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تاجر میں چار باتیں آجائیں تو اس کی کمائی پاک ہو جاتی ہے، جب خریدے تو اس چیز کی مذمت نہ کرے اور بیچے تو (اپنی چیز کی بہت زیادہ) تعریف نہ کرے اور بیچنے میں گڑبڑ نہ کرے اور خرید و فروخت میں قسم نہ کھائے۔

عن حکیم بن حزام رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا، فان صدقا البیعان و بینا بورک لهما فی بیعهما و ان کتما و کذبا فعسی ان یربحا ربحا یمحقا برکة بیعهما۔ [68]

"حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرید و فروخت کرنے والے کو (بیع توڑنے کا) حق ہے جب تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، اگر بائع و مشتری سچ بولیں اور مال اور قیمت کے عیب اور کھرے کھوٹے ہونے کو بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت ہوتی ہے اور اگر عیب کو چھپالیں اور جھوٹے اوصاف بتادیں تو شاید کچھ نفع کمالیں (لیکن) بیع کی برکت ختم کر دیتے ہیں۔"

واخرج سعید بن منصور فی سنته عن نعیم بن عبدالرحمن الازدی و یحییٰ بن جابر الطائی مرسلاً قال المناوی رجله ثقات تسعة اعشار الرزق فی التجارة والعشر فی المواشی یعنی انتاج۔ [69]

"امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نعیم بن عبدالرحمن اور یحییٰ بن جابر سے مرسلاً نقل کی ہے، نو حصے تجارت میں ہیں اور ایک حصہ جانوروں کی پرورش و پرداخت میں ہے۔"

واخرج الدیلمی عن ابن عباس رضی الله عنهما اوصیکم بالتجار خیراً فانهم برد الآفاق و امناء الله فی الارض۔ [70]

"دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ تمہیں تاجروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ لوگ ڈاکئے اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔"

آپ ﷺ نے صبح کے وقت تجارت کرنے والوں کو دعا دیتے ہوئے فرمایا:

اللّٰھم بارک لامتی فی بکورھا

"اے اللہ میری امت کے صبح ہی صبح کام کرنے میں برکت دے۔"

اور حضرت صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی لشکر بھیجتے تو صبح ہی صبح بھیجتے اور یہ حضرت صخرؓ بھی تاجر تھے جب اپنے ملازموں کو تجارت کے لئے بھیجتے تو صبح ہی بھیجتے، چنانچہ خوب نفع ہوا اور مال بہت بڑھا۔

عن سعد بن حريث رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من باع عقاراً او داراً و لم يعجل ثمنها فى مثلها لم يبارك له۔ [71]

"حضرت سعد بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے زمین یا کوئی مکان بیچا اور اس کی قیمت کو اسی جیسی کسی دوسری چیز میں نہیں لگایا تو اس کے لئے برکت نہیں۔"

یعنی رقم کو فوراً انویسٹ کرنا چاہئے، تجارت میں نہ لگانے، جمع کرکے رکھنے سے رقم میں اضافہ نہیں ہوتا اور جلد خرچ ہو جاتی ہے، آپ ﷺ خود تاجر تھے اس لئے تجارتی خوبیوں خامیوں سے بخوبی آگاہ تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے جو اصلاحات تجویز فرمائیں وہ استحصالی تجارت سے بچنے کا واحد حل ہیں۔ تاجران ذمہ داریوں کے ساتھ داعی بھی ہو تو اس کا ہر عمل "پیغمبری عمل" بن جائے گا، لہٰذا دعوت کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔

دعوت دین و تبلیغ کی اہمیت:

دعوت اِلی اللہ جو صیغہ اُدع سے مفہوم ہو رہا ہے، چونکہ متعدی فعل ہے اس لئے اسے سب سے پہلے تو فاعل کی ضرورت ہے، جسے "داعی" کہا جائے گا پھر مفعول کی جسے "مدعو" کہیں گے، اور پھر اس چیز کی جس کی طرف دعوت دی جائے جسے "مدعوالیہ" سے یاد کیا جائے گا۔ اس طرح اس صیغہ اُدع سے چار مقام پیدا ہو جاتے ہیں جن کی تشریح سے ہی فی الحقیقت منصب دعوت وارشاد کی تشریح ہو سکتی ہے۔ دعوت، داعی، مدعی، مدعوالیہ، دعوت کا کلمہ ادع سے نکلا ہے تو ظاہر ہے کہ اُدع فعل ہے اور ہر فعل کے لئے ایک مادہ ضروری ہے جس سے وہ مشتق ہو اور بنایا جائے، ظاہر ہے کہ فعل اُدع کا یہ مادہ دعوت ہی ہے جس سے یہ صیغہ بنا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ فعل ہو اور اس کا مادہ اس میں نہ ہو اس لئے کہ فعل تو اس مادہ کی محض ایک صورت ہوتا ہے، اگر مادہ نہ ہو تو صورت کس چیز پر کھینچی جائے، اس لئے کلمہ اُدع سے دعوت کا نکلنا محض فنی قواعد پر ہی مبنی نہیں بلکہ عقلاً بھی ضروری ہے اور جب فعل دعوت آیت کی عبارت سے ثابت ہے تو داعی، مدعوالیہ کا ثبوت قدرتی طور پر خود بخود ہو جاتا ہے کہ کوئی داعی بغیر اپنے مخاطب مدعو کے داعی نہیں کہلایا جاسکتا۔ دعوت الی اللہ کا خطاب حق تعالیٰ کی طرف سے اوّلاً حضور ﷺ کو ہے اس لئے بدلیل تخاطب اس دعوت کے داعی اوّل (بنص آیت) حضور ﷺ ہونگے اور پھر امت کے تمام افراد جو دعوت و تبلیغ میں آپ ﷺ کے نقش قدم پر چل رہے ہوں۔ اسی سے ملتا جلتا دوسرا لفظ تبلیغ ہے۔ تبلیغ کا لغوی مفہوم پہچانا ہے۔[72] اور اصطلاحاً اس کے معنی ہیں کسی اچھائی اور خوبی بالخصوص دینی امور کو دوسرے افراد و اقوام تک پہنچایا جائے اور انہیں قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔

قرآن کریم میں تبلیغ کے ہم معنی کچھ اور الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں جیسے انذار[73]، اور تذکیر جس کے معنی یاد دلانے اور نصیحت کرنے کے ہیں۔[74] تبلیغ ایک ایسا عمل ہے جس میں کسی نصب العین کی طرف اخلاص سے بلایا جاتا ہے، اس نصب العین سے اختلاف و انحراف کے نقصانات و خطرات سے ڈرایا جاتا ہے اور غفلت و نسیان کے پردوں کو چاک کر کے اصل نصب العین کو یاد دلانے کے لئے نصیحت کی جاتی ہے۔ اس سے بھی وسیع مفہوم میں تبلیغ کسی مذہب کا ایسا پرچار ہے جس کا مقصد لوگوں کو حلقہ مذہب میں شامل کرنا ہو۔[75]

دعوت دین قرآن وسیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے خطرات سے بے پرواہ ہو کر پیام الٰہی کو لوگوں تک پہنچائیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو رسالت کا فرض انجام نہیں دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

"اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ ﷺ کے پروردگار کے پاس سے جو کچھ آپ کی طرف اترا ہے اس کو پہنچاؤ۔ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا- اور اللہ آپ ﷺ کو لوگوں سے بچالے گا"۔[76]

حضور نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کی زبان اقدس سے اعلان کروایا گیا کہ:

"واضح طور پر پیغام پہنچا دینے کے سوا ہم پر کچھ لازم نہیں ہے"[77]

یہ الفاظ سن کر مبلغین اسلام کے ذہنوں میں بالعموم یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ شاید مرد مومن پر اسلام کا حق ابلاغ صرف اس قدر ہے کہ اللہ کا پیغام دوسروں کو سنا دیا جائے۔ حالانکہ اسلام روحانی نہیں بلکہ مادی فلاح کا بھی ضامن ہے۔ ہر عہد میں اسلام کی تبلیغ کی ضرورت رہی ہے اور آج کے زمانے میں تو اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔[78]

اگر نیکی کی تبلیغ رک جائے تو قوم گھاٹے میں رہتی ہے۔ نیکی محض ٹھہراؤ نہیں حرکت کا نام ہے۔ اگر اس میں پھیلاؤ اور وسعت پیدا نہ کی جائے تو یہ سکڑتی ہے۔ اور جلد یا بدیر ختم ہو جاتی ہے۔ تبلیغ کے دو اجزاء ہیں۔ {۱} نیکی کو اشاعت {۲} برائی کو روکنا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"تم بہترین اُمت ہو لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے نکالے گئے ہو۔ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور بُرے کام سے منع کرتے ہو"۔[79]

جب ہم اشاعت اسلام کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پاک و ہند، ایران، عرب، مصر، افریقہ، چین، جزائر ملایا، ممالک تاتار اور ترکستان میں اسلام صرف دعوت و تبلیغ ہی کی وجہ سے پھیلا۔ افریقہ، جاوا، سماٹرا اور جزائر ملایا اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اسلام کی زندگی تبلیغ اور صرف تبلیغ پر منحصر ہے۔ تبلیغ ہی کی

وجہ تھی کہ جب ایک طرف بغداد میں قتل عام جاری تھا تو دوسری طرف سماٹرا میں اسلامی حکومت قائم ہو رہی تھی۔ ایک طرف قرطبہ سے اسلام مٹایا جا رہا تھا لیکن دوسری طرف جاوا میں اس کا علم بلند ہو رہا تھا۔ ایک طرف تاتاری اس کو مٹا رہے تھے لیکن دوسری طرف خود ان کے دلوں کو اسلام فتح کر رہا تھا۔[80] حکم ربانی ہے:

" اور تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی باتوں کا حکم دیں اور بری باتوں سے منع کریں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"[81]

دوسری جگہ فرمایا:"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے بھیجی گئی ہو۔ تم نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔[82] نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ اور مدد نہ کرو گناہ اور ظلم میں۔[83] اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دینی مددگار ہیں جو نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔[84] اور اللہ سلامتی کے گھر یعنی جنت کی طرف دعوت دیتا ہے جسے چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔[85] رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے: آپ ﷺ فرما دیجئے میرا راستہ تو یہی ہے کہ میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور جو میری پیروی کرنے والے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔[86] آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیجئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیا کیجئے۔[87] حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی جس کو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا میرے پیارے بیٹے! نماز پڑھا کرو، اچھے کاموں کی نصیحت کیا کرو، برے کاموں سے منع کیا کرو اور جو مصیبت تم پر آئے اسکو برداشت کیا کرو، بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔[88] اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقینا مسلمانوں میں سے ہوں۔[89] اور سمجھاتے رہیے اس لئے کہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دیتا ہے۔[90] ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس آگ پر ایسے سخت دل اور زور آور فرشتے مقرر ہیں کہ انکو حکم بھی اللہ تعالیٰ دیتے ہیں وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے۔[91]

اگر تم منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمہ تو صرف پیغام کو کھول کر پہچا دینا ہے۔[92] پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ ﷺ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کا کام صرف پیغام کا پہچا دینا ہے۔[93] لوگوں کو نصیحت کریں اگر نصیحت فائدہ مند ہو۔[94] اور نصیحت کیجئے نصیحت اہل ایمان کو فائدہ پہنچاتی ہے۔[95] قرآن کریم سے سمجھاؤ اس کو جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔[96] آپ ﷺ نصیحت کرتے رہیں آپ ﷺ تو نصیحت کرنے والے ہیں۔[97] اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ نصیحت کرتے رہیں اور آپ ﷺ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں نہ دیوانے۔[98] اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ ﷺ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔[99] آغاز اسلام ہی

سے تبلیغ کا حکم ملا، لیکن پہلے خاص لوگوں یعنی اہل و عیال کو پھر عام لوگوں کو تبلیغ کا حکم دیا گیا، اس سلسلہ میں سب سے پہلا حکم تھا۔ ارشاد ہوا:

"اے چادر پوش! اٹھئے اور ہوشیار و آگاہ کیجئے۔"[100]

پھر بار بار حکم ہوتا ہے کہ "جو آپ کی طرف اتارا گیا ہے، اسے اوروں تک پہنچائے۔"[101] پھر فرمایا گیا: "لوگوں کو دعوت دیجئے اور مضبوطی سے قائم رہئے جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔"[102]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں تبلیغ و دعوت کی بڑی فضیلت آئی ہے اور آپ ﷺ نے خود عمل کرنے کے ساتھ اپنے پیروؤں کو حکم دیا ہے۔

فَو اللہِ لاَنَ یھدِی اللہُ بِکَ رجلاً واحداً خیرا لَکَ مِن اَنْ یکون لک حمرالنَّعم۔[103]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ تمہاری کوشش سے ایک آدمی کا بھی دین حق قبول کر لینا سو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔"

عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع قبقلبه وذٰلک اضعف الایمان۔[104]

"ابو سعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے درست کر دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی (بھی) استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے (برا جانے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہو گا۔"

عن حنیفة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: والذی نفسی بیده لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیک عقاباً منه ثم تدعونه فلا یستجاب لکم۔[105]

"حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تمہیں نیکی کی ضرور ہدایت کرنی ہو گی اور برائی سے ضرور روکنا ہو گا ورنہ عین ممکن ہے اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے پھر تم اسے پکارو اور تمہیں جواب نہ آئے گا۔"

ان آیات و احادیث سے دعوت دین کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی افادیت پر زور دیتے ہوئے اسے ایمان کی علامت قرار دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے تبلیغ کے دونوں دوائر کو ملحوظ رکھا اور اپنی امت کے لئے لازم قرار دیا کہ وہ دعوتی سرگرمیوں کو جاری رکھیں اور شہادت توحید و رسالت دیتے رہیں۔ قرآن نے دعوت و تبلیغ کو اس امت کی خصوصیت قرار دیا ہے۔[106]

افریقہ میں تاجروں کے ذریعہ دعوت دین

تاجروں کے ذریعہ دعوت دین کے اثرات ہر قوم و قبیلہ پر ہوئے، کوئی ملک ایسا نہیں جہاں مسلمان نہ ہوں، یہاں چند ممالک کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔ تاکہ مسلمان تاجر فقط تاجر نہ رہے داعی بن جائے۔ افریقہ کے ملک مڈغاسکر میں دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں وہاں کی بستی "مانوگا" کے ۹۰ فیصد افراد اسلام قبول کر چکے ہیں۔ کویت میں قائم افریقہ مسلم کمیٹی کی کوششوں سے مڈغاسکر میں ۱۴ دیہات نے اسلام قبول کر لیا ہے۔[107] براعظم افریقہ کے افریقی مسلم ملک چاڈ میں "ساراکولائی" نامی ایک قبیلے کے ۴۰۰۷ سے زیادہ افراد نے دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں اسلام قبول کر لیا ہے، جن میں ۱۴ عیسائی بشپ بھی شامل ہیں۔ اسی طرح افریقی ملک ایوری کوسٹ میں ہر جمعہ کو تقریباً ۵۰ سے زیادہ افراد اسلام قبول کر لیتے ہیں۔[108] بھارتی جریدے ریڈ ئینس میں شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق ایتھوپیا کے جنوبی صوبے میں بورانا قبیلے کے ۱۵ ہزار افراد نے "افریقہ مسلم کمیٹی" کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔[109] افریقہ کے شمال مشرقی حصے میں مسلمان مبلغ بڑے جوش و خروش سے مصروف عمل ہیں، چنانچہ کئی سو مبلغ یہاں ہر سال بلادِ عرب سے آتے ہیں۔ وہ کالا قوم کی بہ نسبت صومالی قوم کو مسلمان کرنے میں زیادہ کامیاب رہے ہیں۔ صومالی قوم کا ملک عرب سے بہت قریب ہے اس لئے اشاعت اسلامĀ کا کام یہاں بہت ابتدائی زمانے میں شروع ہو چکا تھا۔[110] سوڈان کے بارے میں کہا جاتا ہے یہاں بھی اسلام عہد نبوی ﷺ میں صحابی رسول الفراری کے ذریعہ فروغ پایا ہے۔

ایک شخص، جس کا نام شیخ ابراہیم ابوزربی تھا، ۱۴۳۰ء کے قریب سفر کرتے کرتے حبشہ کے شہر بربرہ جا پہنچا، اس نے وہاں بہت سے لوگوں کو مسلمان کر لیا، چنانچہ اس شہر میں ابھی تک اسکا مزار موجود ہے اور لوگ اس کا احترام کرتے ہیں۔ بربرہ کے نزدیک ایک پہاڑی ہے جس کو لوگ ان مبلغوں کی یاد میں جبل اولیاء کہتے ہیں، کہا جاتا ہے تبلیغ کے لئے جانے سے پہلے مبلغ یہاں اترے اور پھر وہاں سے اسلام کی اشاعت کے لئے تمام صومالیہ میں منتشر ہو گئے۔ اسلام نے آہستہ آہستہ تمام شمال مشرقی افریقہ میں غلبہ حاصل کر لیا۔[111] وسطی شمالی افریقہ میں واقع جمہوریہ چاڈ کے شمال میں لیبیا، مشرق میں سوڈان، جنوب میں وسطی افریقی جمہوریہ، مغرب میں کیمرون، نائیجیریا، جھیل چاڈ واقع ہیں۔ چاڈ کا شمار ایسے ممالک میں ہوتا ہے جس کے چاروں طرف خشکی ہے۔ یہاں کی سرکاری زبان فرانسیسی اور عربی ہیں۔ ۴۵ فیصد لوگوں کا مذہب اسلام ہے، ۳۳ فیصد عیسائی مذہب کے پیروکار اور ۲۲ فیصد مظاہر پرست ہیں۔[112] آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں شمال اور مشرق سے عرب اور بربر یہاں آکر آباد ہو گئے، تقریباً آٹھ سو عیسوی میں پہلی باقاعدہ سلطنت "کانم" وجود میں آئی۔ اس سلطنت کے حکمراں مشرف با اسلام ہوئے۔ ان لوگوں نے مقامی آبادی کو مسلمان بنایا۔ اس کا پہلا حکمراں محمد عبداللہ تھا۔ اسی دوران یہاں کا ایک مسلمان تبلیغ کے لئے نکلا اس نے قرب وجوار کے علاقوں میں اسلام

پھیلایا۔ بھارتی جریدے ریڈ ئینس میں شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق ایتھوپیا کے جنوبی صوبے میں بورانا قبیلے کے ۱۵ ہزار افراد نے "افریقہ مسلم کمیٹی" کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔[113]

عرب میں تاجروں کے ذریعہ دعوت دین:

سعودی عرب میں گزشتہ دس برس کے دوران ۱۷ ہزار غیر مسلم مرد و خواتین نے اسلام قبول کیا ہے، اس سلسلے میں سعودی وزارت مذہبی امور کی طرف سے جاری تفصیلات کے مطابق گزشتہ دس برس کے دوران ۹۹۸۳ غیر مسلم مردوں اور ۶۵۶۶ غیر مسلم خواتین نے اسلام قبول کیا ہے۔ ان میں سے ۹۴۶۲ فلپائنی، ۴۴۷۳ سری لنکن، ۲۳۱۷ بھارتی مرد و خواتین شامل ہیں، جبکہ دیگر کئی ملکوں کے غیر مسلموں نے بھی اسلام قبول کیا ہے۔ کویت میں دعوت و تبلیغ کے اثرات کے تحت سترہ ہزار غیر مسلموں سمیت ۲۲ امریکی فوجیوں نے بھی اسلام قبول کیا۔[114]

رابطہ عالم اسلامی کے شائع ہونے والے جریدہ "العالم الاسلامی" کی ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ چار مہینوں کے دوران میں جمہوریہ بنین کے سات ہزار سات سو چوبیس افراد نے قبول اسلام کا اعلان کیا، یہ سب حکیمانہ دعوت و تبلیغ کے اثرات کے تحت ہوا۔[115]

برصغیر میں تاجروں کے ذریعہ دعوت دین

برصغیر میں اسلام سب سے پہلے ان عرب تاجروں کے ذریعہ پہنچا جو ایک حیات آفریں تہذیب و تمدن، مؤثر شخصیت اور دل پذیر اخلاق و کردار سے مالامال تھے۔ اس وقت ہندوستان کا معاشرہ ذات پات، اونچ نیچ اور رنگ و نسل کے امتیاز پر قائم تھا۔ مخصوص طبقوں کو خصوصی مراعات حاصل تھیں، جس کی پشت پناہی نام نہاد مذہب کر رہا تھا، دوسری طرف اچھوت ہر قسم کے انسانی و اخلاقی حقوق سے نہ صرف محروم تھے بلکہ جانوروں سے بدتر زندگی بسر کر رہے تھے۔ مالابار، گجرات، کچھ اور جزائر ہند میں تو اچھوتوں کا ناطقہ بند تھا، چنانچہ جب اسلام آیا اور مسلمان تاجروں نے اپنی معاشرت اور کردار سے اعلیٰ انسانی اخلاق، اصول مساوات و اخوت کا عملی نمونہ پیش کیا تو انہی اچھوتوں نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بڑے بڑے راجہ اور مہاراجہ بھی اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے۔[116] اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ معروف مستشرق ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں: برصغیر میں اسلام کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی (یعنی دوسری صدی ہجری) سے ہوا، جب پناہ گزینوں کی ایک جماعت، جن کے ساتھ موپلہ قوم کے لوگ اپنا نسب ملاتے ہیں، عراق سے آکر اس ملک میں آباد ہوئے۔ سولہویں صدی کے ایک مسلمان مؤرخ یعنی شیخ زین الدین معبری نے مالابار میں اسلام کے آغاز کی کیفیت یوں بیان کی ہے کہ اس ملک میں سب سے پہلے جن لوگوں نے اسلام کی تبلیغ کی وہ زائرین کی ایک جماعت تھی، جو لنکا کی طرف حضرت آدم علیہ السلام کے نشان قدم کی زیارت کے لئے جارہی تھی۔ جب وہ کرنگ نور میں پہنچے تو وہاں کے راجانے ان کو بلا بھیجا۔ اس جماعت کا سربراہ شیخ شرف بن مالک تھا اس کے ہمراہ اس کا

بھائی مالک بن دینار اور اس کا بھتیجا مالک بن جیب بھی تھا۔ شرف بن مالک نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور راجا کے سامنے اسلام کی تعلیم اور حضرت محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی رسالت کو پیش کیا۔ خداوند کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی صداقت کو راجا کے دل میں اتار دیا اور وہ ان پر ایمان لایا۔ اس قصے سے اس بات کی یقینی شہادت ملتی ہے کہ مالابار کے ساحل پر اسلام کے حق میں جو تبلیغی کوششیں کئی سو سال تک جاری رہیں ان کی نوعیت پر امن تھی۔ اس کام کو انجام دینے والے بیشتر عرب تاجر تھے۔ لیکن ابن بطوطہ بہت سے علمائے دین کا بھی ذکر کرتا ہے جو یہاں بلادِ عرب یا دوسرے ملکوں سے آئے تھے، اور جن سے وہ مالابار کے مختلف شہروں میں ملا تھا۔ کالیکٹ کا راجا زمورن عرب تاجروں کا بڑا سرپرست تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ قبولِ اسلام کی حوصلہ افزائی کرتا تھا تاکہ اسے ان جنگی جہازوں کے لئے آدمی مل سکیں جن پر اس کی عظمت و طاقت کا انحصار تھا۔ لہٰذا اس نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کی مملکت میں ماہی گیروں کے ہر گھرانے میں سے ایک یا دو لڑکوں کی تربیت اسلامی طریقہ پر کی جائے۔ سولہویں صدی کے آغاز میں موپلہ قوم کے نومسلم مالابار کی آبادی کا پانچواں حصہ تھے۔ ان کی زبان وہی تھی جو وہاں کے ہندوؤں کی تھی اور ان کو صرف لمبی داڑھی اور سر کے مخصوص لباس سے پہچانا جاسکتا تھا۔ اگر پرتگالی ہندوستان میں نہ پہنچتے تو اس ساحل کے تمام لوگ مسلمان ہوجاتے، کیونکہ وہ کثرت سے اسلام قبول کر رہے تھے، گجرات اور دکن کے علاوہ بلادِ عرب اور ایران، کے مسلمان تاجر بھی ان پر اپنا قومی اثر ڈال رہے تھے۔[117] آج کل جزائر مالدیپ اور لکادیپ کی تمام آبادی مسلمان ہے۔ ان جزیروں میں اسلام غالباً مالابار ہی کے راستے سے پھیلا تھا یہاں کے باشندے عرب اور ایرانی تاجروں کے ذریعے سے مسلمان ہوئے تھے۔ یہ تاجر ان جزیروں میں آباد ہوئے اور انہوں نے مقامی عورتوں سے شادیاں کیں۔[118] پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں: دکن میں بھی بہت سے مسلمان مبلغین اسلام پھیلانے میں کامیاب رہے ہیں۔ زمانے سے عرب تاجروں کی آمدورفت رہی ہے۔ اور وہاں کی عورتوں سے شادیاں کرکے اپنے دین و آئین کے مطابق زندگی بسر کررہے تھے۔ بہمنی خاندان (۱۳۴۷ء تا ۱۴۹۰ء) اور بیجاپور کے حکمرانوں (۱۴۸۹ء تا ۱۶۸۶ء) کے عہد میں عربوں کو دکن میں آباد ہونے کی تازہ تحریک ہوئی۔ چنانچہ تاجروں اور سیاحوں کے ساتھ مسلمان مبلغ بھی دکن میں وارد ہوئے تاکہ اس ملک میں اسلام کی تبلیغ کریں اور جو لوگ منکر ہیں ان کو اپنے وعظ و نصیحت اور اپنی ذاتی مثال سے مسلمان کریں۔ جہاں تک جبر و اکراہ کا تعلق ہے، اس کا دکن کی اسلامی سلطنتوں میں کہیں ذکر نہیں ملتا، کیونکہ مذہبی رواداری، ان کے اصول حکومت کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔[119]

پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں: ایک اور تبلیغی تحریک کا مرکز ملتان کا شہر تھا۔ عرب فتوحات کے ابتدائی ایام میں جب محمد بن قاسم نے سندھ میں اسلامی حکومت قائم کی (۷۱۴ء) تو ملتان عالم اسلام کا ایک سرحدی شہر تھا۔ عربوں کے دور حکومت میں، (جو تین سو سال تک جاری رہا) بہت سے لوگوں نے قدرتی طور پر فاتحین کا مذہب اختیار کرلیا۔ خلیفہ عمر

بن عبد العزیز کی دعوت پر سندھ کے کئی ہندو شہزادے بھی مسلمان ہوگئے۔[120] ساوندری کے لوگوں نے جب محمد بن قاسم کی اطاعت اختیار کی تو ان کو اس شرط پر امن دیا گیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی مہمانداری کریں گے اور ان کے لئے (سفری) رہبر مہیا کریں گے۔ چنانچہ اس واقعہ کے ایک سو سال بعد بلاذری لکھتا ہے کہ اس کے زمانے میں بھی ہندوؤں کے مسلمان ہونے کا اکثر ذکر آیا ہے۔ مورخ بلاذری نے حسب ذیل قصہ عسیفان کے راجا کے قبولِ اسلام کے متعلق لکھا ہے۔ بقول بلاذری عسیفان کا ملک کشمیر، ملتان اور کابل کے درمیان واقع تھا۔ یہاں کے باشندے ایک بت کو پوجتے تھے اور انہوں نے اس کے لئے ایک مندر تعمیر کر رکھا تھا۔ اتفاقاً راجا کا بیٹا بیمار پڑ گیا اور اس نے مندر کے پروہتوں سے درخواست کی کہ وہ اپنے دیوتا کے حضور میں اس کے بیٹے کی شفایابی کے لئے دعا کریں۔ وہ پروہت کچھ عرصے کے لئے چلے گئے اور پھر واپس آکر انہوں نے راجا سے کہا کہ ہم نے اپنے دیوتا سے دعا کی ہے اور اس نے ہماری دعا کو قبول کر لیا ہے۔ لیکن کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ راجا کا بیٹا مر گیا۔ اس پر راجا نے مندر پر حملہ کر کے اس کو تباہ کر دیا، بت کو توڑ دیا اور پروہتوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اس نے مسلمان تاجروں کی ایک جماعت کو بلایا جنہوں نے اس کے سامنے باری تعالیٰ کی توحید پیش کی، راجا ایمان لے آیا اور مسلمان ہو گیا۔[121]

اسی طرح کی تبلیغی کوششیں بلاشبہ مسلمان تاجروں کی بہت سی جماعتوں کے ذریعے سے جاری رہیں جو اپنے مال تجارت کے ساتھ ساتھ اپنے دین کو بھی ہندوستان کے بت پرست شہروں میں لے جاتے تھے۔ دسویں اور بارہویں صدی عیسوی کے عرب جغرافیہ نگاروں اصطخری اور ابن حوقل وغیرہ نے ساحل ہند اور اندرون ملک کے بہت سے ایسے شہروں کے نام لکھے ہیں جہاں مسلمانوں نے اپنی مسجدیں بنا رکھی تھیں اور وہ مقامی راجاؤں کی حفاظت اور سرپرستی میں رہتے تھے، بلکہ ان راجاؤں نے ان کو اپنی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اس زمانے میں سندھ، ہند اور دنیا کے باقی ملکوں کی باہمی تجارت کا سلسلہ عرب تاجروں ہی کے دم سے قائم تھا۔ وہ چین اور لنکا کی پیداوار سندھ کی بندرگاہوں میں لاتے تھے اور وہاں سے براستہ ملتان، ترکستان اور خراسان[122] لے جاتے تھے۔

یہ امر باعث تعجب ہوتا اگر یہ مسلمان تاجر، جو بت پرستوں کے شہروں میں جابجا پھیلے ہوئے تھے، تبلیغ اسلام میں ویسی ہی سرگرمی اور ہمت نہ دکھلاتے جو مسلمان تاجروں نے دوسرے ملکوں میں دکھلائی تھی۔ غالباً ایسے ہی تاجروں کی تلقین سے سندھ کی سمّہ قوم کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا جو سندھ پر ۱۳۵۱ء سے لے کر ۱۵۲۱ء تک حکمراں رہے۔

لداخ میں ایک مخلوط قوم کے لوگ ہیں جو آرغون کہلاتے ہیں۔ وہ تبتی عورتوں کے بطن سے ہیں لیکن ان کے باپ مسلمان تاجر تھے انہوں نے تبتی عورتوں سے شادیاں کر کے ان کو مسلمان ہونے کی ترغیب دی تھی۔ یہ ارغون تمام مسلمان ہیں اور اپنے باپ دادا کی طرح تبتی عورتوں سے شادیاں کرتے ہیں۔ خالص تبتی نسل کے لوگوں کے مقابلے میں ان کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ کشمیری تاجروں نے اسلام کو خاص تبت میں پہنچا دیا ہے، اور ان مسلمان تاجروں کی

بستیاں ملک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں پائی جاتی ہیں وہ تبتی عورتوں سے شادیاں کرتے ہیں اور یہ عورتیں اکثر اوقات اپنے شوہروں کا مذہب اختیار کرلیتی ہیں۔ اس وقت تبت کے دارالحکومت لہاسہ میں مسلمانوں کے دوہزار خاندان آباد ہیں۔ اسلام تبت میں چین کے صوبہ یونان کی طرف سے بھی داخل ہوا ہے، اور سوچنگ کے مقام میں جو تبت اور صوبہ سی چون کی سرحد پر واقع ہے، تبتی باشندوں میں سے بعض لوگ مسلمان ہورہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تبت میں اسلامی اثرات ایران اور ترکستان سے بھی آئے ہیں۔

چین اور وسطی ایشیاء میں تاجروں کے ذریعہ دعوت دین

روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اطلبوا العلم ولو كان بالصين۔ [123]

"علم کی جستجو کرو اگرچہ وہ علم چین میں ہو۔"

اگرچہ اس روایت کی کوئی تاریخی شہادت نہیں ہے تاہم یہ ممکن ہے کہ چین کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو، کیونکہ آپ ﷺ کی پیدائش سے بہت پہلے ہی سے بلادِ عرب اور چین میں تجارتی تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ دیار عرب ہی کے واسطہ سے مشرقی ملکوں کی بیشتر پیداوار شام اور مشرقی بحیرۂ روم کی بندرگاہوں میں پہنچتی تھی۔ چنانچہ چھٹی صدی عیسوی میں چین اور بلاد عرب کے درمیان سیلون کے راستے سے تجارت ہوتی تھی۔ ساتویں صدی کے اوائل میں چین، ایران اور عرب کی باہمی تجارت مزید وسیع ہوگئی اور سیراف کا شہر، جو خلیج فارس میں ہے، چینی تاجروں کی سب سے بڑی تجارت گاہ بن گیا۔ یہی وہ زمانہ ہے یعنی خاندان تانگ (۶۱۸ء تا ۹۰۷ء) کا ابتدائی عہد جس میں چینی تواریخ میں سب سے پہلے عربوں کا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ یہ تاریخیں مدینہ میں اسلامی حکومت کے قیام کا ذکر کرتی ہیں اور ارکانِ اسلام کو مختصر طور پر بیان کرتی ہیں۔

صوبہ کوانگ تنگ کی تاریخوں میں چین میں مسلمانوں کی آمد کا یوں ذکر آیا ہے۔ نانگ خاندان کے اوائل عہد میں انام، کمبودیا، مدینہ اور دوسرے ملکوں سے بہت سے اجنبی لوگ کانٹن میں وارد ہوئے۔ یہ اجنبی خدا کی پرستش کرتے تھے اور ان کی عبادت گاہوں میں نہ تو کوئی بت تھا اور نہ کوئی مورتی۔ مدینہ کی مملکت ہندوستان کے قریب ہے اور یہی وہ سلطنت ہے۔ جس میں ان اجنبی لوگوں کے مذہب نے، جو بدھ مت سے مختلف ہے، ظہور کیا تھا، وہ سور کا گوشت نہیں کھاتے، شراب نہیں پیتے اور اس جانور کے گوشت کو ناپاک سمجھتے ہیں جس کو وہ خود اپنے ہاتھ سے ذبح نہیں کرتے۔ آج کل وہ ہوی ہوی کہلاتے ہیں۔ شہنشاہ کی اجازت سے وہ کانٹن میں رہتے ہیں جہاں انہوں نے عالیشان مکانات بنالئے ہیں، جن کا طرز تعمیر ہمارے ملک کے طرز سے مختلف ہے۔ وہ بہت دولت مند تھے اور اپنے ہی سردار کا حکم مانتے تھے جس کا وہ خود انتخاب کرتے تھے۔

معروف مستشرق پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں: اگرچہ کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں، لیکن چین میں اسلام غالباً سب سے پہلے ان تاجروں کے ذریعے سے داخل ہوا تھا جو قدیم بحری راستے سے آئے تھے۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک (۷۰۵ء تا ۷۱۵ء) کے عہد میں جب مشہور عرب سپہ سالار قتیبہ بن مسلم خراسان کا والی مقرر ہوا تو اس نے دریائے جیحون کو عبور کرکے ترکستان پر چڑھائی کر دی، بخارا، سمرقند اور دوسرے شہر یکے بعد دیگرے تسخیر کر لئے اور اپنی فتوحات کا قدم سلطنت چین کی سرحدوں سے آگے روس تک بڑھایا۔

ملائیشیا میں تاجروں کے ذریعہ دعوت دین

مسلمانانِ ملایا کے مذہبی عقائد پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جزائر میں مسلمان مبلغ جنوبی ہند سے آئے تھے۔ ملایا کے اکثر باشندے شافعی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور ساحل کورومنڈل اور مالابار میں بھی یہی مذہب غالب ہے۔ چودھویں صدی کے وسط میں بھی یہی صورت حال تھی جب ابن بطوطہ نے ان ملکوں کا سفر کیا تھا، لہٰذا جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمسایہ ملکوں کے مسلمان حنفی المذہب ہیں، تو جزائر ملایا میں شافعی مذہب کے رواج کی وجہ یہی فرض کرنی پڑتی ہے کہ ملایا میں اسلام مالابار کے ساحل سے آیا تھا، جہاں کی بندرگاہوں میں جاوا، چین، یمن اور ایران کے تاجر آمد و رفت رکھتے تھے۔ عربی اور ہندی تاجروں کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ جزائر ملایا میں دیسی مسلمانوں کی ایسی آبادیاں نظر آنے لگیں، جن کا ذکر وہاں کی قدیم تاریخی کتابوں میں ملتا ہے۔ جب یہ مسلمان تاجر ملایا کے تجارتی شہروں میں آباد ہو گئے تو انہوں نے دیسی عورتوں کے ساتھ شادیاں کر لیں ان بت پرست عورتوں اور ان کے گھرانوں کے غلاموں نے مسلمان ہو کر اہل اسلام کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کے افراد نے اپنی تعداد بڑھانے میں حتی المقدور اپنی پوری کوشش صرف کی۔ ان مسلمان تاجروں نے جزائر فلپائن میں اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے مذکورہ درج ذیل طریقے اختیار کئے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان تاجروں کی بہت سی گزشتہ نسلوں نے بھی ان ہی طریقوں پر عمل کیا ہو گا۔

مسلمانوں نے ملک میں اپنے مذہب کو بخوبی پھیلانے کے لئے دیسی زبان سیکھی اور دیسی لوگوں کے رسم و رواج اختیار کئے۔ ان کی عورتوں سے شادیاں کیں اور اپنی ذاتی حیثیت کو بڑھانے کے لئے غلام خریدے، یہاں تک کہ وہ مملکت کے صف اول کے امراء میں شمار ہونے لگے۔ چونکہ دیسیوں کے مقابلے میں یہ لوگ زیادہ لیاقت اور اتفاق کے ساتھ باہم مل کر کام کرتے تھے، اس لئے ان کی قوت رفتہ رفتہ بڑھتی گئی، چونکہ ان کے پاس غلام بکثرت تھے اس لئے انہوں نے باہم اتفاق کرکے ایک قسم کی مملکت قائم کر لی جس کی بادشاہت ایک ہی خاندان میں موروثی تھی۔ اگرچہ اس قسم کی حکومت سے وہ بہت طاقت ور ہو گئے تھے، لیکن اس حال میں بھی انہوں نے قدیم طبقہ امراء کے ساتھ

دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کو ضروری سمجھا، اور ان طبقوں کی آزادی کی محافظت کی جس کی مدد کے بغیر ان کا کام نہیں چل سکتا۔[124]

چند ممالک کے چند تاجروں کے ذکر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ طبقہ اگر اپنی ذمہ داری کو محسوس کر لے اور فعال ہو جائے تو دنیا میں اسلام کے فروغ کے زیادہ بہتر مواقع پیدا ہو سکتے ہیں۔

تجاویز و آراء

۱۔ دعوت دین میں تاجروں کے موئثر رول کو زندہ کرنے کے لئے ہمیں ان سے رابطہ کرنا چاہئے۔

۲۔ تاجروں کی فکری تربیت کے لئے سیمینارز ورکشاپس و کانفرنسوں کا انعقاد کرنا چاہئے۔

۳۔ ایسا دعوتی مواد تیار کرنا چاہئے، جس سے وہ اپنی مصروفیات کو جاری رکھتے ہوئے استفادہ کر سکیں اور داعی بن سکیں۔

۴۔ خدمت کا جزبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت ان کے ذہنوں میں اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

۵۔ ایسے ممالک جہاں داعی کی حیثیت سے کام میں مشکلات ہیں، وہاں تاجر کی حیثیت سے کام کے طریقہ کار کی رہنمائی کی جانی چاہئے۔

۶۔ دیگر ممالک سے تجارت سے وابستہ افراد جو پاکستان یا دیگر اسلامی ممالک میں تجارتی مقاصد سے آتے ہیں، ان کے ساتھ شایان شان حسن سلوک کیا جائے اور انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے، ایسے افراد دراصل سفیر کا کام کرتے ہیں اور خود نہ بھی مسلمان ہوں، مسلمان کے حق میں اچھی رائے قائم کرنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

۷۔ دعوتی مواد اور تجارتی مواد کو مختلف زبانوں میں یکجا کر کے شائع کیا جائے، تاکہ دنیاوی مفاد کے ساتھ دینی امور کی آگاہی بھی حاصل کر سکیں۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ ندوی، شاہ معین الدین، دین رحمت، کراچی، مکتبہ عارفین، 1967ء، ص:16

2۔ سورہ المائدہ:5/3

3۔ سورہ الفاتحہ:1/1

4۔ سورہ سبا:34/28

5۔ سورہ الانبیاء:21/107

6۔ سورہ البقرہ:2/185

7۔ سورہ النساء:4/174

8۔ نثار احمد، ڈاکٹر، خطبہ حجۃ الوداع، کتاب سرائے، لاہور، 2005ء، ص:173۔181

9۔ تبریزی، ولی الدین خطیب، مشکوۃ المصابیح، باب الشفقہ والرحمۃ، المکتب الاسلامی، دمشق، 1961ء، 2/623

10۔ محمد فواد عبد الباقی، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، ص:82۔87، ص:49۔93

11۔ ہدایت انسان کی روحانی و باطنی ضرورت ہے۔ جس کا اہتمام اللہ رب العالمین نے آدم علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ فرمایا۔ دیکھئے سورہ البقرہ:2/38۔39

12۔ نبی اور رسول میں فرق نہیں، دونوں کا تقرر بارگاہ احدیت سے ہوتا ہے، دونوں کو وحی و الہام سے نوازا جاتا ہے، تاہم اصطلاحی طور پر نبوت و رسالت میں فرق ہے۔ رسول، کتاب، صحیفہ و شریعت کا حامل ہوتا ہے اور نبی بھی ہوتا ہے اس لیے ہر رسول نبی ہی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

13۔ سورہ الحجر:15/1

14۔ سورہ الانبیاء:21/107

15۔ سورہ الفتح:48/28

16۔ سورہ سبا:34/28

17۔ سورہ الاعراف:7/158

18۔ سورہ الفرقان:25/1۔2

19۔ احمد بن حنبل، المسند، دار المعارف، قاہرہ، 1936، 4/416

20۔ ایضاً، 12/25

21۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، دار الفکر بیروت، 1981ء، 1/86

22۔ آرنلڈ، ٹی ڈبلیو، دعوت اسلام ترجمہ، پریچنگ آف اسلام، مترجم: ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ محکمہ اوقاف، پنجاب، 1972ء، ص، 342

23۔ سورۂ قریش:106/1۔4

24۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، 2/345

25۔ بلاذری، ابوالحسن، فتوح البلدان، پریس، الازہر، ۱۹۳۲ء، ص:56

26۔ سورۂ قریش:106/1۔4
27۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری، مطبوعہ، بیروت، 2/1089
28۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تفسیر جامع البیان بذیل تفسیر سورہ قریش
29۔ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، 2/7
30۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، بذیل عنوان مکہ
31۔ محمد بن حبیب، کتاب المحبر، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ص:193
32۔ ابن سعد، طبقات ابن سعد، 1/85
33۔ المنذری، عبدالعظیم الترغیب والترہیب، مطبوعہ قاہرۃ، مصر، 2/132
34۔ سورہ القلم:68/4
35۔ السیوطی، جلال الدین، شرح جامع الصغیر (للمناوی)، عیسیٰ الب ابی الحلبی، مصر، 1954ء، 2/177
36۔ علی متقی الھندی کنز العمال دار المعارف، حیدرآباد دکن 1310ھ، 1/5
37۔ توریت، تکوین قصہ یوسف
38۔ سہیلی، عبدالرحمن، روض الانف، دار المعاف مصر، 1914ء، 1/5
39۔ ایضاً، 1/118
40۔ زرقانی، محمد بن عبدالباقی شرح مواہب اللدنیۃ مطبعۃ الازہریۃ مصر 1325ء، 1/199
41۔ شبلی، سیرۃ النبی ﷺ، 1/189
42۔ عبداللہ، مستدرک، دار المعارف حیدرآباد دکن
43۔ زرقانی، مواہب اللدنیۃ، 1/197
44۔ غفاری، نور محمد نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی، دیال سنگھ لائبریری، لاہور، ص:51
45۔ مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص:190
46۔ غفاری، نور محمد، نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی، ص:51
47۔ شہناز کوثر، رسول اکرم ﷺ کے شریک تجارت افراد، ص:23
48۔ السجستانی، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سنن ابوداؤد، کتاب الادب باب فی کراھیۃ المرء، حدیث:1409
49۔ شبلی، سیرۃ النبی ﷺ، 1/186
50۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الوعد، 5/218
51۔ ایضاً، باب فی کراہیۃ المرء، 5/170
52۔ ابن حجر العسقلانی الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ مطبع مصطفی محمد، قاہرہ 5/353
53۔ ابن سعد طبقات، 1/146
54۔ البخاری، محمد بن اسماعیل الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب حسن العہد من الایمان، مصطفی البابی الحلبی مصر، 7/56
55۔ احمد بن حنبل، المسند، 2/125

56۔البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب بدء الوحی، 5/1
57۔سورہ جمعہ:10/62
58۔سورہ نساء:39/4
59۔سورہ بقرہ:267/2
60۔ترمذی محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح سنن ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجار، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، 1953، 515/3
61۔بخاری، صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل، 9/3
62۔الدارمی، سنن دارمی، کتاب البیوع، باب فی التجار، دار الریان للتراث قاہرہ، 1407ا، 247/2
63۔سورہ جمعہ 10/62
64۔طبرانی، معجم الاوسط، 167/2
65۔المنذری الترغیب، والترہیب دار الکتب العلمیہ، بیروت 1406، 586/3
66۔المنذری الترغیب والترہیب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1406، 858/3
67 ایضاً
68۔ایضاً
69۔الکتانی، عبد الحی، التراتیب الاداریہ، دار لکتاب العربی بیروت، 10/2
70۔ایضا، 11/2
71۔ایضا، 22/2
72۔ابن منظو الافریقی، لسان العرب، مطبوعۃ بیروت، 1956، 419/8
73۔ایضا، 202/5
74۔نعمانی، مولانا عبد الرشید، لغات القرآن، مطبوعہ دھلی، 108/1
75۔خالد علوی، پروفیسر ڈاکٹر، انسان کامل، الفیصل اردو بازار، 1974، ص:128
76۔سورہ المائدہ:67/5
77۔سورہ یسین / آیت /۱۷
78۔سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، لاہور، الفیصل ناشران، 516/1
79۔سورہ آل عمران:110/3
80۔سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، 517/1
81۔سورہ آل عمران:104/3
82۔سورہ آل عمران:110/3
83۔سورہ المائدہ:2/5
84۔سورہ توبہ:71/9
85۔سورہ یوسف:108/12

86۔ ایضاً

87۔ سورہ النحل:16/125

88۔ سورہ لقمان:31/17

89۔ سورہ حم سجدہ:41/33

90۔ سورہ الذاریات:51/55

91۔ سورہ تحریم:66/6

92۔ سورۃ المائدہ:5/92

93۔ سورہ الشوری:42/48

94۔ سورہ الاعلی:87/9

95۔ سورہ الذاریات:51/55

96۔ سورہ ق:50/45

97۔ سورہ الغاشیہ:88۔21

98۔ سورہ الطور:52/29

99۔ سورہ الاسراء:17/105

100۔ سورہ المدثر:74/1

101۔ سورہ المائدہ:5/67

102۔ سورہ الشوری:42/15

103۔ البخاری، محمد بن اسماعیل صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، 5/77

104۔ القشیری مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، بیان کون النہی عن المنکر، 1/50

105۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ سنن ترمذی، کتاب الفتن، ماجاء فی الامر بالمعروف، 4/468

106۔ ندوی، علامہ سید سلیمان، اسلام کا نظام دعوت و تبلیغ، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 1999، ص:12

107۔ ارسلان بن اختر، دنیا میں اسلام کی روشنی، مکتبہ ارسلان، کراچی، 1425، ص:354

108۔ ایضاً، ص355

109۔ ایضاً، ص358

110۔ آرنلڈ، دعوت اسلام، ص:294

111۔ ایضاً، ص:337

112۔ ماہنامہ وفاق المدارس، ستمبر 2006ء، 4/8

113۔ ارسلان بن اختر، دنیا میں اسلام کی روشنی، ص:358

114۔ ایضاً، ص:366

115۔ ایضاً، ص:353

116۔ فلاحی، عبید اللہ فہد، ڈاکٹر، تاریخ دعوت و جہاد، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 2000ء، ص:49

117۔ اسی طرح بعض مصنفوں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اگر پرتگالی لنکا میں نہ آتے تو وہاں ایک اسلامی حکومت قائم ہو جاتی، کیونکہ بحر ہند میں پرتگال کے جنگی جہازوں کے آنے سے پہلے یہاں کی تمام تجارت عربوں کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے صدہا سال پہلے تجارتی کوٹھیاں قائم کر رکھی تھیں اور عرب تاجر بندرگاہ اور شہر میں موجود تھے۔ تجارتی سہولتوں کی بدولت مالابار کے شہروں سے بھی مسلمان تاجر لنکا میں آتے تھے۔ دیگر مقامات کی طرح یہاں بھی مسلمان تاجروں نے مقامی عورتوں سے شادیاں کرلیں اور لنکا کے ساحل پر اپنا دین پھیلا دیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہاں عملی طور پر کوئی تبلیغی تحریک جاری نہ ہوئی تھی یا وہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے لئے رغبت اور رضامندی کا اظہار نہیں کیا، کیونکہ جس قدر مسلمان آج کل اس جزیرے میں ہیں، وہ بیشتر عربوں کی نسل سے ہیں۔ سر جیمس ایمرسن ٹینٹ: لنکا، پانچواں ایڈیشن، لندن، 1860ء، 1/631-633۔

118۔ آرنلڈ، دعوت اسلام، ص:270

119۔ آرنلڈ، پروفیسر ٹی ڈبلیو، دعوت اسلام، ص:269

120۔ پروفیسر آرنلڈ دعوت اسلام، 1/158

121۔ بلاذری، فتوح البلدان، ص:446

122۔ مسعودی، مروج الذہب، 1/207

123۔ الہندی، علی متقی، کنز العمال، 5/202

124۔ سہ ماہی وفاق المدارس، 1424ھ، 3/230